ایک دُنیا، سب کے لئے

مرتبہ

پروفیسر آندریاس بشتہ

ترتیب و ترجمہ

محمد اکرام چغتائی

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
9	تعارف-پروفیسر آندریاس بشتہ	1-
12	افتتاحی خطبہ-ڈاکٹر وولف گانگ شیوسل	2-
17	مشترکہ ذمہ داری کے لئے نئی راہیں-پروفیسر آندریاس بشتہ	3-
21	افتتاحی کلمات-پروفیسر ڈاکٹر محمود زقزوق	4-
26	افتتاحی کلمات-لینا ہیلم ـ والین	5-
29	پیغام-شاہ مراکش حسن ثانی	6-
36	پیغام-ام البلادی جارج خضر	7-
38	افتتاحی کلمات-پروفیسر ڈاکٹر طاہر محمود	8-
43	پیغام-کارڈینل فرانس ارنیزے	9-
45	پیغام-کارڈینل ڈاکٹر فرانتس کیونگ	10-
	مقالات	
	مذہبی سچائی کے دعوے اور	11-
47	سیاسی و معاشرتی تکثیریت-سی۔ڈبلیو۔ٹرول	
73	عمومی بحث	
90	دینی سچائی کے دعوے اور معاشرتی / سیاسی تکثیریت-سید محمد خامنئی	12-

	عمومی بحث	102
-13	قومی اور بین الاقوامی سطح پر تکثیریت کی قانونی بنیادیں اور سیاسی ضمانتیں-ناصرہ اقبال	125
	عمومی بحث	146
-14	قومی اور بین الاقوامی سطحوں پر تکثیریت کی قانونی بنیادیں اور سیاسی ضمانتیں-ہائنرخ شنائیڈر	172
	عمومی بحث	227
-15	ثقافتی شناخت اور عالمی ثقافت کا مسئلہ-محمد طالبی	251
	عمومی بحث	278
-16	ثقافتی شناخت اور عالمگیریت کا مسئلہ-فولکمار کیوہلر	297
	عمومی بحث	307
	حواشی	328

ابتدائیہ

انسانی تاریخ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ گاہے بگاہے مختلف مقاصد کے تحت افراد' اقوام اور تہذیبوں میں تصادم کی تند و تیز ہوائیں چلتی رہی ہیں' لیکن کہیں کہیں ٹکراؤ کے ان تھپیڑوں میں زیریں رو کے طور پر ان میں باہمی افہام و تفہیم کا عمل بھی دکھائی دیتا ہے۔ انہی مساعی کا ایک رُخ شرق و غرب کے اتصال کی تحریک بھی ہے' جس کے سرخیل زیادہ تر ان علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں' جہاں جرمن زبان بولی جاتی ہے۔ ثقافتی بُعد کو کم کرنے کی یہ انفرادی اور اجتماعی کوششیں بڑے پیمانے پر بارآور تو ثابت نہیں ہوئیں' لیکن عالمی تہذیبی آثار پر وہ ایسے گہرے اور انمٹ نقوش چھوڑ گئی ہیں' جو اصحاب بینش کو دعوتِ فکر دیتی رہتی ہیں۔

خیر و شر کی یہ ازلی ستیزہ کاری یا بالفاظ دیگر ''شرار بولہبی'' اور ''چراغ مصطفوی'' کی یہ دائمی نبرد آزمائی کم نہیں ہو گی اور مذاہب اور زبانیں' جو انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے ذرائع ہیں' وہ بھی اس آویزش کو بڑھانے میں استعمال کئے جاتے رہے۔ کارزار حیات کے اس مخاصمانہ پہلو کے باوصف انسانوں کی آپس میں مل جل کر پُرامن زندگی بسر کرنے کی خواہش زندہ رہی اور وہ مختلف مذہبوں اور تہذیبوں کے مماثلات کو منظر عام پر لا کر اپنی دیرینہ تمنا کو حقیقت کا روپ دینے کی کوشش کرتے رہے۔ دورِ حاضر کی حیران کن سائنسی اور تکنیکی ترقیوں اور نت نئی ایجادوں نے ہر طرح کے فاصلوں کو قریب قریب ختم کر دیا ہے اور رفتہ رفتہ پوری دنیا ایک ''عالمگیر گاؤں'' (global village) کی شکل اختیار کرتی نظر آتی ہے۔ مختلف مروجہ اصطلاحات مثلاً عالمگیریت (globalization)' ''کثرت'' میں ''وحدت''، تکثیریت (plurality) یا کثرتیت (pluralism) کا اصل مقصد بظاہر متضاد تصورات میں یکجائی کے آثار کی تلاش اور ان کا فروغ ہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس ''ایک دنیا' سب کے لئے'' میں مختلف مذاہب' نسلوں اور تہذیبی روایات سے صدیوں پرانا تعلق رکھنے کے باوجود لوگ کس طرح آپس میں شیر و شکر ہو کر ایک ساتھ رہنا سیکھیں گے؟ اس ضمن میں دنیا کے دو بڑے مذاہب یعنی اسلام اور مسیحیت اپنے ماضی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آنے والے دور کے تقاضوں کے پیش نظر ''عالمگیر گاؤں'' کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے میں کیسے اپنا مثبت کردار ادا کریں گے؟ وہ کیسے اپنی اس مشترکہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں گے اور اپنے موجودہ نیز مستقبل میں رونما ہونے والے مسائل کو بطریق احسن حل کرنے میں کیا عملی

اقدام اٹھائیں گے؟

ان دونوں مذاہب یعنی اسلام اور مسیحیت کے پیروکاروں کے لئے یہ سوالات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، جن کے بغور عالمانہ جائزے اور مختلف سطحوں پر ان کا ممکنہ حل تلاش کرنے کی غرض سے ویانا میں ایک بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، کیونکہ یہ شہر ایسے غیر معمولی بحث طلب قضیوں پر سوچ بچار کے لئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ان مذاہب میں علمی سطح پر مکالمہ کو آگے بڑھانے کے لئے پہلی کانفرنس 1993ء میں منعقد ہوئی جس کا موضوع ''امن برائے انسانیت'' تھا۔ اس میں اسلامی اور مسیحی دنیا کے سر برآوردہ اہل علم کو مدعو کیا گیا اور پھر ان کے مقالات کو جرمن، انگریزی اور عربی میں بھی شائع کیا گیا۔ پہلی بار اس کتاب کا اردو ترجمہ ''امن برائے انسانیت'' شائع کرایا گیا (لاہور: جنگ پبلشرز، 1997ء مترجم راقم)۔ اسی سلسلہ کی دوسری کانفرنس ''ایک دنیا، سب کے لئے'' کے موضوع پر منعقد کرائی گئی (1997ء)۔ حسب سابق اس میں بھی مشرق وسطیٰ، شمالی افریقہ، جنوبی افریقہ، مشرق بعید، یورپ اور امریکہ کے نامور دانشوروں نے شرکت کی۔ اس علمی مجلس کے شرکاء نے جن موضوعات پر اظہار خیال کیا، ان میں قابل ذکر یہ ہیں: مذہبی سچائی کے دعوے اور سیاسی و سماجی تکثیریت، قومی اور بین الاقوامی سطح پر تکثیریت کے قانونی ڈھانچے اور سیاسی ضمانتیں، ثقافتی شناخت اور عالمی ثقافت کا مسئلہ۔ ان موضوعات پر جن مقالہ نگاروں کی تحریروں کو کتابی صورت میں شائع کیا گیا، ان میں سید محمد خامنئی (ایران)، سی-ڈبلیو-ٹرول (جرمنی)، ہائنرخ شنائیڈر (ویانا)، محمد طالبی (تیونس)، محترمہ ناصرہ اقبال (لاہور)، اور فولکمار کیوہلر (وولفس بورگ) شامل ہیں۔ گذشتہ کتاب کی طرح ان مضامین کے مندرجات پر ہونے والی بحثوں کو بھی ساتھ ہی شائع کیا گیا، کیونکہ ان میں بھی بعض اہم نکات کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ جرمن (1999ء)، انگریزی (1999ء) اور عربی (2000ء) میں دستیاب ہے اور اب اس کا اردو ترجمہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ان بین الاقوامی کانفرنسوں کے اصل روحِ رواں پروفیسر ڈاکٹر آندریاس بشتہ ہیں، جو ان کے انعقاد اور انتظام و انصرام کی تمام ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ خود بھی ایک علمی شخصیت کے مالک ہیں اور اس کا بیّن ثبوت وہ ارمغانِ علمی ہے، جو چند سال پیشتر درج ذیل عنوان کے تحت ان کی پینسٹھ سالہ یوم ولادت کے موقع پر پیش کی گئی:

"Geglaubt habe ich, deshalb habe ich geredet." Festschrift für Andreas Bsteh zum 65. Geburtstag. Würzburg 1998.

زیر نظر اردو ترجمہ بھی پروفیسر ڈاکٹر آندریاس بشتہ صاحب ہی کی خواہش کا مظہر ہے اور اسے کٹھن طباعتی مراحل سے گزارنے میں بھی انہوں نے ہر ممکنہ طریقے سے معاونت فرمائی۔ میں ذاتی طور پر ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

لاہور، 4 اپریل 2003 — محمد اکرام چغتائی

مئی 1997ء میں مسلمانوں اور مسیحیوں کی کثیر تعداد مختلف براعظموں، مشرق بعید، مشرق وسطیٰ، مشرق قریب، شمالی افریقہ، نائیجیریا اور جنوبی افریقہ، یورپی ممالک اور امریکہ سے آسٹریا کے دارالحکومت ویانا آئی۔ ان میں سے بیشتر اس سے قبل پہلی مسیحی اسلامی مکالمہ کانفرنس میں شرکت کر چکے تھے، جو 1993ء میں ویانا ہی میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کا موضوع ''امن برائے انسانیت'' تھا۔ اس دوسری کانفرنس کا موضوع ''ایک دنیا، سب کے لئے'' تجویز کیا گیا اور اس کی وجہ گذشتہ کانفرنس میں ایسے خیالات کا تبادلہ تھا، جن کا تعلق دنیا کے حال اور مستقبل کے مسائل سے تھا۔ مختلف ممالک اور عالمی سطح پر متنوع سماجی اور سیاسی کشمکشوں کا سبب زندگی کی تیزی سے بدلتی ہوئی اقدار ہیں۔ اسی پس منظر میں اگلی کانفرنس کے لیے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا۔

آسٹریا کے نائب چانسلر اور وزیر امور خارجہ ڈاکٹر وولف گانگ شیوسل نے اپنے پیشرو ڈاکٹر الوئس موک کی قائم کردہ اس عالمی مکالمے کی روایت کو آگے بڑھانے میں ذاتی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ شرکاء اور متعلقہ لوگوں میں اس تاثر کو تقویت حاصل ہوئی کہ اس عمل سے موثر اور جاندار مکالمے کی بنیاد مستحکم ہو گی اور اس سے بین الاقوامی برادری کو مل بیٹھنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے میں سہولت ہو گی۔ یہی سوچ کر دوسری کانفرنس کے لیے بھی کم وبیش ان اصحاب سے رابطہ قائم کیا گیا جو پہلے تشریف لا چکے تھے۔ ایسے مدعوئین نے فوراً دعوت قبول کر لی۔ ان موضوعات کے انتخاب اور مباحثوں میں شرکت کے عمل کو حتمی شکل دی گئی۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پہلی کانفرنس سے جو نتائج برآمد ہوئے، ان کو مزید مستحکم کیا جائے۔ علاوہ ازیں ہر شریک مجلس اپنے مذہبی گروہ کے نمائندے یا کسی مینڈیٹ کے تحت کانفرنس میں حصہ نہ لے، بلکہ مباحث میں پیش کردہ خیالات ونظریات پر اپنے عقائد یا مختلف نقطہ نظر کی روشنی میں اظہار خیال کرے۔ ان کانفرنسوں میں ان دونوں پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی گئی۔

کانفرنس کے عمومی موضوع ''ایک دنیا-- سب کے لئے'' سے متعلق تین پہلوؤں پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی۔ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس میں ''اسلامی اور مسیحی تناظر میں سماجی، سیاسی اور ثقافتی تعدّد کی بنیادوں'' کے بارے میں استفسار کیا جا سکتا ہے۔ کانفرنس کے موضوعات کی جہتیں مختلف ہیں۔ ان میں ایک جہت تو اس سوال سے متعلق ہے کہ مسیحی اور مسلمان اپنے مذہب کی سچائی کے جو دعوے کرتے ہیں، کیا ان کی بناء پر سماجی/سیاسی تکثیریت ممکن ہے اور کیا اس طرح

مساوی حقوق اور مشترکہ بہبودی میں شراکت نہ صرف ان کے مافی الضمیر سے احساس شراکت بلکہ ان کے مذہبی معتقدات کی بنیاد پر ہوسکتی ہے۔ اس کانفرنس کے پہلے دن کا یہی موضوع تھا جبکہ دوسرے روز یہ موضوع زیر غور رہا کہ قومی اور بین الاقوامی سطحوں پر تکثیریت کے قانونی ڈھانچے اور سیاسی تحفظات کیا ہیں۔ یہ ایسے پہلو ہیں جو کانفرنس کے عمومی موضوع کے دوسرے حصوں سے مشابہت رکھتے ہیں، جو ایک دوسرے سے علیحدہ بھی ہیں اور مماثل بھی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے، جس پر مضامین اور ان پر ہونے والی بحثوں میں زور دیا جاتا رہا۔ کانفرنس کے آخری روز ''ثقافتی تکثیریت اور عالمی کلچر کا مسئلہ'' کے موضوع پر اظہار خیال ہوتا رہا، جس کا کانفرنس کے عمومی موضوع کے دوسرے حصوں سے گہرا تعلق تھا۔ مثلاً یہ کہ روایتی طور پر مذہب کسی ثقافت کی روح ہے یا تہذیب/تہذیبوں کی سیاسی مناسبت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

زیر نظر کتاب میں تفصیلی مباحث کو مناسب جگہ اور وقت دیا گیا ہے۔ کانفرنس میں پڑھے گئے مضامین اور خطابات کے ساتھ ساتھ ان بحثوں کی بھی خصوصی اہمیت ہے۔ قارئین کی سہولت کے پیش نظر ان مباحثوں کو شرکاء کے پاس بھیجا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ صورت میں ان مباحث کو بھی متعلقہ مضمون کا جزو لاینفک ہی سمجھا جانا چاہئے، جن کی متعلقہ شرکاء نے نظر ثانی کر دی ہے۔ اس سے مکالمے کے مختلف پہلوؤں کو بہتر طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ تمام مقررین اور دیگر شرکائے کانفرنس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے، جن کے تعاون سے کانفرنس میں پڑھے گئے مضامین اور ان پر ہونے والے مباحث پر مبنی کتاب کی اشاعت ممکن ہوسکی۔

کانفرنس کی تیاری اور اس کے انعقاد کے لئے پروفیسر عادل تیوڈور خوری کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے، جنہوں نے غیر معمولی تعاون کا ثبوت دیا۔ انہوں نے مباحث کے متن کو حتمی شکل دی، جو کانفرنس کی سرکاری زبانوں (جرمن، انگریزی، فرانسیسی اور عربی) میں ریکارڈ کئے گئے اور ادارتی کام کے آغاز سے قبل ان کا موزوں طریقے سے ترجمہ کیا گیا۔ سابقہ کانفرنس (1993ء) کی طرح پروفیسر خوری اس کتاب کے عربی ترجمہ کی نگرانی کریں گے۔ گذشتہ سال مسیحیوں اور مسلمانوں کے مابین مکالمہ میں خصوصی دلچسپی کے حوالے سے انہیں آسٹریا کے صدر کی جانب سے طلائی تمغے سے نوازا گیا۔

اس کتاب کی اشاعت کے موقع پر انڈونیشیا کے پروفیسر وکٹر تانیا کا تذکرہ ضروری ہے، جو دونوں کانفرنسوں میں شریک ہوئے اور پچھلے سال ان کا انتقال ہوگیا۔ ویانا کانفرنس میں شریک ہونے والوں کے ذہنوں میں پروفیسر شین انزائی، پروفیسر سعد غراب اور پروفیسر عبدالجواد فلاتوری کی یادیں تازہ ہوں گی، جو 1993ء کی کانفرنس میں شریک ہوئے اور بعد میں وفات پاگئے۔

اس کانفرنس کے لئے آسٹریا کے قومی کتاب خانے نے دوبیش بہا قلمی نسخے مستعار دیئے،

جو ویانا کے ہوفبورگ ہال میں نمائش کے لئے رکھے گئے۔ ان میں ایک قرآن مجید کا مخطوطہ تھا جو تیرہویں صدی عیسوی میں عراق میں لکھا گیا (نمبر Cod. mixt. 813) اور دوسرا خطی نسخہ اناجیل اربعہ سے متعلق ہے' جس کی اواخر تیرہویں صدی عیسوی میں جزیرۂ رہوڈز میں کتابت ہوئی (اصل متن گیارہویں صدی عیسوی میں تیار ہوا)۔ یہ دونوں نسخے علامتی طور پر مکالمہ فورم روحانی مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کانفرنس کے انتظام وانصرام کے لئے وفاقی وزارت امور خاجہ (ویانا) بالخصوص سفیر ڈاکٹر گرہارٹ رائینر اور بیرونی ممالک میں تعینات آسٹرین نمائندوں نے بھرپور تعاون کیا۔ اس منصوبے کی اہمیت کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ نیز دنیا کی موجودہ ترقی کے بڑے مسائل کی فکری سمت بندی بڑے منصوبے کی فکری آزادی کو نقصان پہنچائے بغیر کر دی۔ وزارت خارجہ نے اس منصوبے کو عملی شکل دینے میں ضروری مالیاتی فنڈز بھی مہیا کر دیئے۔ بین الاقوامی مکالمے کے اس منصوبے کی تیاری کے لئے جس مختلف النوع سائنسی کام کی ضرورت تھی اس کے لئے وزارت برائے سائنس وٹرانسپورٹ اور سینٹ گابریل کے انسٹی ٹیوٹ فار تھیالوجی آف ریلجن کی مالی اعانت حاصل ہوئی۔ جس کے لئے اظہار تشکر لازمی ہے۔

کیترینا آلبریخت نے کانفرنس کی کارروائیوں کو مکمل طور پر احتیاط سے ریکارڈ کیا۔ طباعتی امور میں بریجیٹن رونن برگ نے مدد کی' جس نے پیشہ ورانہ مہارت سے اس کام کو سرانجام دیا۔ گرٹروڈے گروبر نے تمام انتظامی امور کو سنبھالے رکھا' جبکہ محترمہ ماریوں وائن برگر نے مندوبین کانفرنس کے سفری معاملات کی دیکھ بھال کی۔ ان سب کا تہہ دل سے شکریہ۔

ابتدا سے طباعت تک ویانا میں منعقد ہونے والے اس بین الاقوامی سمپوزیم میں تین سال کی مدت صرف ہوئی جس میں اسلامی اور مسیحی دنیا سے معروف شخصیات نے حصہ لیا اور اب جس کے نتائج قارئین کے وسیع حلقے میں پیش کئے جارہے ہیں۔ ان میں خطبات اتوار کی جھلک دیکھنے والے کو مایوسی ہوگی۔ تاریخ انسانی کے اس نئے دور کی دہلیز پر ایسی شہادتیں موجود ہیں' جن کی بدولت آپس میں ذمہ داری کو بانٹنے میں سہولت ملتی ہے۔ موجودہ حدود کو عبور کرنے اور بڑے مسائل کا مقابلہ کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور یوں مستقبل کے راستے کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ عامۃ الناس کی یہی شہادتیں آنے والی دنیا کی تشکیل میں مدد ومعاون ثابت ہوں گی اور بالآخر "سب کے لئے ایک دنیا" وجود میں آئے گی۔

آندریاس بشتہ

سینٹ گابریل' مئی 1999ء